قرآنِ مجید کا نظامِ احتساب اور مسلمان عورت

محسنہ منیر *

ABSTRACT:

The Holy Quran presents an accurate and strict system of accountability in which both man and woman are equally answerable for their actions. Woman is accountable for her duties as well as she will be awarded by Allah Almighty for her good deeds. The Islamic system of accountability acts upon the disposition of humans. Allah Almighty exposes the human nature and its expected actions and reactions towards different situations. The Holy Quran tells about different states of Nafs, different schemes of Shaitaan. Besides this, the Holy Quran directs to that way on which Allah Almighty wants human beings to act upon.

Woman plays an important roll in fabricating an Islamic society. That is why it is very important for Muslim woman to be aware of her position, duties and rights. She should learn the teachings and guidance given by Islam to act in right direction to accomplish herself before her Creator.

قرآنِ مجید میں پیش کردہ مربوط اور کڑا احتسابی نظام انسان کو دعوتِ فکر دیتا ہے۔اس میں کائنات کی وسعتوں کو سمیٹ کر، زمانی ومکانی حدود و قیود کا احاطہ کرتے ہوئے اور خالق ومخلوق کے مقامات کی نزاکتوں کا حقیقی نقشہ پیش کرتے ہوئے انسان کی موت وحیات کے فلسفے کو بیان کیا گیا ہے جس کے مطابق زندہ انسان وہ ہے جو متحرک ہے اور مردہ انسان وہ ہے جو غافل ہے۔قرآن مجید میں اخلاقی احتساب کے حوالے سے جو کچھ بیان فرمایا گیا ہے اس میں مرد اور عورت دونوں کو یکساں حیثیت حاصل ہے۔اسلام میں عورت کا کیا مقام ہے؟ اس پر طویل مضامین تحریر کیے جا چکے ہیں۔اس کی عملی مثالیں بھی موجود ہیں کہ غیر اسلامی نظامات میں جب عورت کے لیے جائز مقام نہ پایا تو انسانوں نے اسلام قبول کرلیا جیسا کہ ہندوستان میں ہوا۔(۱)

سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو کسی بھی طرح اخلاص نیت اور اخلاص عمل کے لحاظ سے ہلکی سی بھی استثنائی سہولت عطا کی ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب نفی میں ہے۔اسلام عورت کے لیے اس کے لحاظ سے دائرہ کار مقرر کرتا ہے۔جیسا کہ الرجال قوامون علی النسا میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔مگر اسلام عورت کو نیت وارادہ کے لحاظ سے کسی قسم کی چھوٹ نہیں دیتا۔

* ڈاکٹر، ایسوسی ایٹ پروفیسر اسلامیات، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور   برقی پتا: munirmann@hotmail.com
تاریخ موصولہ: ۲۰ جون ۲۰۱۱ء

اس حوالے سے قرآن مجید کے اخلاقی احتساب کے نظام کے مطالعہ کی مختصر جھلک یہاں پیش کی گئی ہے۔اوران آیات کا حوالہ دیا گیا ہے جن میں مرد کے ساتھ عورت کو بھی مخاطب کیا گیا ہے۔

وَعَدَ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَ مَسٰکِنَ طَیِّبَۃً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ ؕ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ O (التوبہ:۷۲)

’’اللہ نے مومن مرداور مومن عورتوں سے باغوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہا کریں گے اور بہشت جاودانی میں ستھرے مکانوں کا (وعدہ ہے) اور (مزید برآں) اللہ کی خوشنودی (اس کا قرب) سب سے بڑی نعمت ہے (اور) یہی بڑی کامیابی ہے۔‘‘

گروہِ انسانی خواہ مرد ہو یا عورت دونوں سے ان کے خالق کا تقاضا یہ ہے کہ وہ عمل صالح کریں اور رضائے خالقِ حقیقی کے لیے تگ ودو کریں۔اس لحاظ سے (گو ہم مرد وعورت کی برابری ومساوات جیسے الفاظ یہاں استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہتے ہیں جو کہ زیادہ تر گمراہ کن اور غلط نہج پر لے جانے والی بحثوں پر منتج ہوتے ہیں) قرآن پاک نے مرد وعورت دونوں کو معاشرہ میں فعال ومتحرک، مثبت ومفید اور ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم رکھا ہے جو بطورِ انسان ایک ہی مخلوق ہیں جبکہ بطور جنس جداگانہ مقام کے حامل ہیں۔اپنے اپنے مقام پر بحضورِ خالق حقیقی یوں ایستادہ ہیں کہ اپنے ہر عمل اور حرکت اور قول کے لیے مشاہدہ ومنظر الٰہی میں پرکھنے کے لیے دیکھے جا رہے ہیں۔نہ تو مرد کا کوئی عمل عورت کے لیے ایسا ہوسکتا ہے کہ عورت اسے کوئی اجر دے سکے اور نہ ہی عورت کا کوئی عمل مرد کے لیے ایسا ہوسکتا ہے کہ مرد اس کو کوئی اجر دے سکے۔نہ ہی دونوں کے نیک عمل ایسے ہیں کہ وہ ذاتِ باری تعالیٰ کو ان سے کچھ نفع پہنچا سکتے ہوں بلکہ ہر ایک کا عمل صالح جو خالصتاً رضائے الٰہی کے حصول کے لیے انجام دیا گیا ہو وہ خود عمل کرنے والے کے لیے ہی مفید ہے۔یہ سنت الٰہی کا وہ بنیادی قاعدہ ہے جو انسان کے لیے عمل کرنے اور عمل کی ادائیگی کے اجر کے لیے خود خالقِ حقیقی نے مقرر فرمایا ہے۔

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاسْتَجَابَ لَھُمْ رَبُّھُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُکُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُکَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الثَّوَابِ O (۲)

’’پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی اور فرمایا کہ میں تم میں سے کسی محنت کرنے والے کی محنت کو ضائع نہیں کرتا خواہ مرد ہو یا عورت تم دونوں ایک ہی ہو (ایک ہی نوع انسانی کے اجزاء ہو) پھر وہ لوگ جنہوں نے (اپنے گھروں سے) ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور (وہ اللہ کی راہ میں) لڑے اور مارے گئے (شہید ہوئے) تو بیشک میں ان کے (نامہ اعمال) سے ان کی برائیاں دور کروں گا

(ان کو گناہوں سے پاک وصاف کردوں گا) اوران کو (اپنی رضا کی) جنتوں میں داخل کروں گا کہ جن کے نیچے (رحمت کی) نہریں بہتی ہوں گی یہ (ان کے نیک کاموں کا) اللہ کے یہاں سے بدلہ ہے اوراللہ کے پاس ان کے لیےاوربھی بہتر انعام ہے (جومقامِ قرب میں رویت اور دیدارِ الٰہی کی صورت میں ظاہرہوگا۔'' (۳)

انسانی خصائل (سرشت) قرآن کی روشنی میں:

قرآن پاک میں خالقِ حقیقی نے انسان کی سرشت، فطرت اور جبلت بیان کی ہے جن آیات میں اللہ تعالیٰ نے لفظ انسان سے خطاب فرمایا ہے۔ان میں بلاتخصیص مردوزن ان خصائل کا بیان ہے جوانسانی خلقت میں رکھ دی گئی ہیں اور یہ وہ خصائل ہیں جن کوابھارکر یاعمدہ خصائل میں کمی کرکے شیطان اپنی صریح دشمنی کا ارتکاب کرتے ہوئے انسان کوقربِ الٰہی سے محروم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں انسان کا امتحان ہوتا ہے کہ خواہ وہ مرد ہے یا عورت وہ اپنی جبلت، فطرت اور خصلت میں رکھے گئے اعتدال کو قائم رکھتے ہوئے قربِ الٰہی حاصل کرتا ہے یا شیطان کے تیروں کا شکار ہوکرخود بے اعتدالی کرتے ہوئے اللہ سے دوری اختیار کرلیتا ہے۔قرآن پاک میں انسانی تخلیق کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الَّذِیٓ اَحۡسَنَ کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِیۡنٍo ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَهٗ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِیۡنٍo ثُمَّ سَوّٰهُ وَ نَفَخَ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِهٖ وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ الۡاَفۡئِدَةَ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَشۡکُرُوۡنَo (۴)

''وہی (اللہ) ہے جس نے جو شے بنائی خوب بنائی (ہر چیز اس کی بہترین شکل اور بہترین جبلت پر تخلیق فرمائی جس کام کے لیے جو چیز پیدا فرمائی وہ اس کام کے لیے بہترین ہے) اورانسان کی تخلیق کی ابتدا اس کے گارے سے کی۔پھراس کی نسل کوایک حقیر پانی کے نطفہ سے پیدا کیا (جواس کی غذاؤں کا نچوڑ ہے) پھراس کو (شکل وصورت اوراعضاء کے تناسب سے) درست کیا اوراس میں ایک جان اپنی طرف سے پھونکی اورتمھارے لیے کان (سننے کے لیے) اورآنکھیں (دیکھنے کے لیے) اوردل (یادِالٰہی کے لیے) بنایا (لیکن) تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔''

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مخلوق کی احسن تخلیق کو بیان کیا ہے اوراس مخلوق کی سرشت بھی بتائی ہے کہ وہ حکمت الٰہیہ کا ادراک کرتے ہوئے کم ہی اس درجہ فہم کو پہنچ پاتا ہے کہ اس پر شکر کی کیفیت طاری ہو۔

اس بنا پر انسانوں میں ایسے لوگ تعداد کے لحاظ سے کم ہیں جو کہ شکر گزار ہوتے ہیں۔

انعاماتِ الٰہیہ کے شکر کا انداز درج ذیل،حدیث مبارک میں بیان فرمایا گیا ہے:

ان اللہ عزوجل یقول یوم القیٰمۃ یا ابن آدم مرضت فلم تعدنی قال یا رب کیف اعودک؟ وانت رب العٰلمین قال اما علمت ان عبدی فلانا مرض فلم تعدہ اما علمت انک لو عدتہ لوجدتنی عندہ؟ یا ابن آدم استطعمتک فلم تطعمنی قال یا رب کیف اطعمک

وانت رب العلمین قال علمت انه استطعتک عبدی فلان فلم تطعمه اما علمت انک لو اطعمته لوجدت ذلک عندی؟ یا ابن آدم استقیتک فلم تسقنی قال یا رب کیف اسقیک؟ وانت رب العالمین قال استسقاک عبدی فلان فلم تسقه اما انک لو اسقیته وجدت ذلک عندی. (۵)

''رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم کے بیٹے! میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہ کی۔ بندہ کہے گا اے میرے پروردگار تو تو جہاں کا پروردگار ہے میں تیری بیمار پرسی کیسے کرتا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھے خبر نہ ہوئی کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا۔تو نے اس کی عیادت نہ کی اور اگر کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم کے بیٹے میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے نہ کھلایا بندہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار تو تو سارے جہاں کا رب ہے میں تجھے کیسے کھلاتا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھے معلوم نہ ہوا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے اس کو نہیں کھلایا اگر تو اس کو کھلاتا تو اس کا بدلہ آج میرے پاس پاتا۔اے آدم کے بیٹے میں نے تجھ سے پانی مانگا تو تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔بندہ کہے گا اے میرے پروردگار تو تو سارے عالم کا پروردگار ہے میں تجھے کیسے پانی پلاتا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تو نے اس کو نہیں پلایا اگر تو اس کو پلاتا تو آج تو اس کو میرے پاس پاتا۔''

شکر کے تقاضے کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ درج کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے صرف دو باتیں چاہتا ہے، شکر اور ایمان۔ایمان کی حقیقت تو معلوم ہے رہا شکر تو شریعت میں جو کچھ ہے وہ شکر کے دائرہ میں داخل ہے۔ساری عبادتیں شکر ہیں۔بندوں کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاؤ کی حقیقت بھی شکر ہی ہے۔دولت مند اگر اپنی دولت کا کچھ حصہ خدا کی راہ میں دیتا ہے تو یہ دولت کا شکر ہے۔طاقت ور کمزوروں کی امداد اور اعانت کرتا ہے تو یہ بھی قوت وطاقت کی نعمت کا شکرانہ ہے۔'' (۶)

احسن تقویم پر بنائی گئی اس مخلوق کے بارے میں خالق کی ایک اور حکیمانہ تدبیر (عمل یا انداز) جو اختیار کی گئی اس کے بارے میں سورۃ التین میں بتایا گیا ہے:

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍo ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَo (۷)

''بلا شبہ ہم نے انسان کو بہترین تناسب (واعتدال) پر بنایا ہے (بہترین اعضا، بہترین صلاحیتیں، بہترین فطرت، اعتدال قوائے ظاہری و باطنی کے ساتھ تخلیق کیا) پھر ہم نے اسے پست ترین حالت میں ڈال دیا (اس کا اخلاق گرتا گیا اس کی روح گناہوں میں آلودہ ہوتی گئی اور وہ نفس کی خواہشات کا غلام بن کر رہ گیا)۔''

اس مقام پر انسان کے حسین ترین مخلوق ہونے کا بیان کیا گیا، اس کی عضوی ترکیب، عضلاتی خوبصورتی، فکری حسن

اور عقلی نفاست سب ہی یہاں مراد ہیں۔ پھر اس کو خالق کی طرف سے دیا گیا اختیار عمل ہے اور اس اختیار عمل ہی کو وہ درجہ حاصل ہے جو انسان کو عطا کیے گئے اعلیٰ مقام سے انسان کو پستی کی جانب لاتا ہے انسان خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کو اس ایک ہی امتحان میں ڈالا گیا ہے۔ عورت اپنی معاشرتی کم تری، جسمانی کمزوری یا کسی بھی طرح کے خود ساختہ عذر کو پیش کر کے اس امتحان سے بریت حاصل نہیں کرسکتی۔ مزید واضح الفاظ میں یوں کہنا چاہیے کہ مسلمان عورت جس قدر اس کو شریعت نے اعمال کی انجام دہی کے لیے مکلّف ٹھہرایا ہے وہ اپنے اعمال کو انجام دے کر ہی سرخرو ہوسکتی ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ سورۂ ق میں فرماتا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۝ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ۝(۸)

''اور یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے دل میں جو وسوسے آتے ہیں ہم جانتے ہیں اور ہم تو اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں (ان لوگوں کو یہ بھی معلوم رہنا چاہیے کہ) جب (اعمال کو لکھ) لینے والے دو فرشتے (اعمال کے تاثرات) داہنے اور بائیں بیٹھے لیتے جاتے ہیں (یعنی اخذ کرتے جاتے ہیں ضبط کرتے جاتے ہیں ان سے کوئی بات چھوٹتی نہیں۔''

سورۂ قٓ کی مذکورہ آیات کے حوالے سے مفتی محمد شفیعؒ ''ورید'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''ضروری نہیں کہ ورید کا لفظ طبی اصطلاح کے مطابق اس رگ کے لیے لیا جائے جو جگر سے نکلتی ہے، بلکہ قلب سے نکلنے والی رگ کو بھی لغت کے اعتبار سے ورید کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس میں بھی ایک قسم کا خون ہی دوران کرتا ہے اور اس جگہ چونکہ مقصود آیت کا انسان کے قلبی خیالات اور احوال سے مطلع ہونا ہے اس لیے وہ زیادہ النسب ہے۔''(۹)

یوں انسان کو پیدا کر کے خالق اس کے قلب و ذہن میں اٹھنے والے خیالات اور ارادوں تک سے واقف ہے نہ صرف واقف ہے بلکہ دو فرشتے (منکر نکیر) خالق نے اس کام پر مامور فرما دیے ہیں کہ وہ انسان کے اعمال کو لکھ کر اس دن کے لیے محفوظ کرلیں جب اللہ کے اعمال کا حساب لیا جائے گا جیسا کہ ہم پہلے یہ ذکر کر چکے ہیں کہ لفظ انسان میں مرد و عورت دونوں ہی آجاتے ہیں تو قرآن مجید میں جس مقام پر اللہ تعالیٰ نے لفظ انسان فرما کر اس مخلوق کی کسی عمومی خوبی یا عمل کا تذکرہ فرمایا ہے ان آیات مبارکہ کا جائزہ لے کر ہم یہ اندازہ لگائیں گے کہ عورت سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کس طرح خطاب فرمایا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسانی روش، یہ بتائی ہے کہ جب اسے خوش حالی عطا کی جاتی ہے تو وہ اللہ کو بھول جاتا ہے اور جب اسے کوئی آزمائش (دکھ، تکلیف، بیماری، غم) دی جاتی ہے تو وہ اللہ کو پکارتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

وَ اِذَآ اَنۡعَمۡنَا عَلَى الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ‌ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوۡ دُعَآءٍ عَرِيۡضٍ۝(۱۰)

''اور جب ہم انسان پر عنایات کرتے ہیں تو وہ (ہم سے) منہ پھیر لیتا ہے اور (بالکل بے پروا ہو جاتا ہے، ادھر سے) کروٹ بدل لیتا ہے اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو (لمبی) چوڑی دعائیں کرتا ہے۔''

یہ انسانی روش کے حوالے سے ایک طویل مضمون ہے جو قرآن پاک میں مختلف مقامات پر پھیلا ہوا ہے۔

سورۃ یونس کی آیت نمبر۱۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۡۢبِهٖۤ اَوۡ قَاعِدًا اَوۡ قَآئِمًا‌ فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنۡ لَّمۡ يَدۡعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ‌ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلۡمُسۡرِفِيۡنَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ۝(۱۱)

''اور حالت یہ ہے کہ) جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹے بھی اور بیٹھے بھی اور کھڑے بھی (ہر طرح) ہم کو پکارتا ہے (دعا کرتا ہے) اور جب ہم اس کی وہ تکلیف دور کر دیتے ہیں (کھٹکا نکل جاتا ہے تو ہمیں بھول جاتا ہے اور) اس طرح گزر جاتا ہے گویا کسی تکلیف پہنچنے پر اس نے کبھی ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔ اس طرح بے باک لوگوں کو جو کچھ وہ کر رہے ہیں خوش نما کر کے دکھایا گیا ہے۔''

انسان کی یہ ناشکری کی روش ہے جس میں مرد و عورت مبتلا ہوتے ہیں۔ جب انھیں مال و دولت، حسن و جمال، والدین، بھائی بہن، اولاد اور دنیاوی شہرت و بلند مرتبہ کسی بھی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کشائش اور پرآسائش زندگی کی بے بہا نعمتیں عطا ہوتی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں اور جب کوئی آزمائش آتی ہے تو طرح طرح سے اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرتے ہیں۔ عورتوں میں اللہ تعالیٰ کو فراموش کرنے کی ایک اور صورت یہ بھی نظر آتی ہے کہ وہ والدین، بھائی بہن اور شوہر اور اولاد کا درجہ بہت مانتی ہیں مگر حکم الٰہی میں ان کے لیے کیا ہے اس کی طرف ان کی نظر کم ہی ہوتی ہے۔ اپنی آسائش، آرام اور دنیاوی مقاصد کے لیے تو ہر طرح سے تگ و دو کرتی ہیں مگر قرآن و سنت پر عمل کرنے کے لیے اگر ذرا سی بھی آزمائش ان پر آجائے تو جلد ہی قرآن و سنت کے احکام کو پس پشت ڈال کر دنیاوی رشتوں کو نبھانے کی فکر میں غلطاں ہو جاتی ہیں۔ ایسی صورت میں انھیں دنیاوی رشتوں ہی کو خوش کرنے میں مگن کر دیا جاتا ہے اور وہ نہ تو ان رشتوں کو ہی نبھا پاتی ہیں کہ وہ تو سب عارضی ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی خوش نودی حاصل کرنے میں کامیاب ہو پاتی ہیں نتیجتاً دنیاوی مسائل کی گتھیوں کو سلجھاتے سلجھاتے جلد ہی ذہنی پریشانیوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔

غایۃ المطبوع میں درج ہے:

''ولیس فیما هو مناط التكليف وهو العقل بالملكة فيهن نقصان بمشاهدة حالهن في تحصيل البديهيات باستعمال الحواس في الجزئيات و بالتنمية ان نسيت فانه لو كان في ذلك نقصان لكان تكليفهن دون تكليف الرجال في الاركان وليس كذلك.''(۱۲)

''شریعت کی ذمہ داریوں کا دارومدار جس صلاحیتِ عقل پر ہوتا ہے یعنی العقل بالملکہ تو خواتین میں اس کی کمی نہیں ہے اس لیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ جزئیات میں حواس کو استعمال کر کے بدیہیات کو پالیتی ہیں اور اگر کسی بات کو بھول جاتی ہیں تو یاد دلانے کے بعد ذہن میں حاضر بھی کر لیتی ہیں۔اگر اس کی صلاحیت میں کسی طرح کا نقص ہوتا تو دین کے جن ارکان کی ذمہ داری مردوں پر ڈالی گئی ہے۔ان میں عورتوں کو اس سے مختلف ارکان کی تکلیف دی جاتی حالانکہ صورتِ واقعہ یہ نہیں ہے۔''

چنانچہ امر واقعہ یہ ہے کہ حقوق وفرائض کی تقسیم جس طرح شریعت نے کردی ہے۔اس کی انجام دہی کے لحاظ سے عورت کے کسی بھی غیر شرعی عذر کی بنا پر اس کو چھوٹ نہیں دی گئی۔اسے جائزہ لینا چاہیے کہ کس موقع پر اس کا دینی فریضہ کس طرزِ عمل کا اس سے مطالبہ کرتا ہے۔

قرآن مجید میں انسان کے راحت وآرام میں ہونے پر اس کا طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے:

وَ اِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ○(۱۳)

''اور ہم جب لوگوں کو (جو بھول میں پڑے ہوئے ہیں) تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں (ان کی تکلیف کو دور کرتے ہیں۔فراخی وکشادگی عطا کرتے ہیں) تو (بجائے اس کے کہ وہ شکر گزار ہوں) وہ ہماری نشانیوں (کی مخالفت اور ان کی تردید) میں حیلہ سازی کرنے لگتے ہیں (اور اپنے کفر اور سازشوں سے باز نہیں آتے) آپ ان سے فرما دیجیے کہ اللہ کی تدبیر (ان کے حیلوں کے مقابلے میں) جلد کارگر ہونے والی ہے۔بے شک ہمارے فرشتے تمھاری حیلہ سازیاں لکھتے جاتے ہیں۔''

یہی مضمون سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۸ میں بھی بیان ہوا ہے،جس میں انسان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بڑا بے انصاف اور ناشکر گزار ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تو کوئی حساب ہی نہیں۔

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ○(۱۴)

''اور جو کچھ تم نے مانگا اس نے تم کو اس سب میں سے (بہت کچھ) دیا اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ان کو شمار نہ کر سکو گے (لیکن کیا تمام انسان ایمان لے آئے،نہیں انسانوں کی ایک کثیر تعداد نے اللہ کا انکار کیا اور اپنے پر ظلم ہی کرتے رہے،بے شک انسان بڑا بے انصاف وناشکر گزار ہے۔''

اس طرح سورہ بنی اسرائیل آیۃ ۶۸ میں فرمایا **وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا** ''بے شک انسان بڑا ناشکرا واقع ہوا ہے۔''

قرآن پاک میں انسان کی ایک اور فطری خصلت جو بتائی گئی ہے وہ اس کا جلد باز ہونا ہے،ارشادِ الٰہی ہے:

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا○(۱۵)

''اور (بھول میں پڑا ہوا) انسان (اللہ سے) برائی کا بھی اسی طرح طالب ہوتا ہے جیسے بھلائی کا اور انسان تو (حقیقت سے نا آشنا) بہت جلد باز واقع ہوا ہے۔''

گویا انسان اللہ سے جو کچھ اپنی ذات کے لیے طلب کرتا ہے اس کے بارے میں بھی نا آشنا ہے کہ وہ شے اس کے لیے فائدہ مند ہے یا نقصان دہ۔ حقیقت میں انسان اپنے بارے میں کچھ بھی فیصلہ ہو جانے کے لیے جلد باز ہے اور یہ فطرت عورت میں بآسانی دیکھی جاسکتی ہے۔ جب بھی اسے دنیاوی مسائل سے فراغت دے کر کچھ آسانیاں اور آسائشیں دی جاتی ہیں وہ نہ صرف یہ کہ اپنی پسند ناپسند کو عملاً ہوتے دیکھنا چاہتی ہے بلکہ کسی بھی معاملے میں فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام لیتی ہے۔

انسان کی ایک اور عمومی روش جس کا ذکر قرآن پاک میں کئی مقامات پر کیا گیا ہے وہ اس کا تنگ دل ہونا ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّىْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا۝ (۱۶)

''آپ فرما دیجیے کہ اگر تم میرے رب کی رحمتوں کے خزانوں کے مالک ہوتے تو خرچ ہو جانے کے ڈر سے یقیناً تم ان کو روکے رکھتے (مخلوقِ خدا کو ہرگز اس سے کوئی فیض پہنچنے نہ دیتے) اور انسان تنگ دل واقع ہوا ہے۔''

تنگ دلی کی یہ خصلت جس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے یہ بلا تخصیص مرد و زن ہر اس انسان میں پیدا ہو جاتی ہے جس کو جب بھی فراخی مال عطا کی جاتی ہے تو وہ بجائے شکر گزار ہونے کے خود کو مال کا اصلی مالک سمجھ بیٹھتا ہے۔ ایسا شخص مذکورہ آیت مبارکہ کی رو سے ایسا تنگ دل ہو جاتا ہے کہ اگر اسے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں (جن کا کوئی حساب کرنا انسانی اختیار میں نہیں) کا مالک بھی بنا دیا جائے، اسے اتنا عطا کر دیا جائے جو اس کی ضرورت سے کہیں بڑھ کر ہو تو بھی وہ خرچ ہو جانے کے ڈر سے اسے اپنے ہاتھ سے کسی کو نہیں دے گا۔ جاہلی اور مشرک معاشرے کی یہ برائی ہمیں اپنے دیہی معاشرے کی ان خوش حال خواتین میں بھی مل جاتی ہے جو قرآن و سنت کی تعلیمات سے یکسر نابلد ہیں۔ اس طرح انسان سے اللہ تعالیٰ یوں خطاب فرماتا ہے:

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ (۱۷) مِنْ اَىِّ شَىْءٍ خَلَقَهٗ۝ (۱۷)

''غارت ہو وہ انسان (جو اس نعمت کو پا کر اس کی قدر نہیں کرتا) وہ کیسا ناشکر گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کس چیز سے پیدا کیا۔''

یہ آیات اور ان سے ملحقہ بعد کی آیات میں اللہ رب العزت نے انسان کے نفس کے بے لگام گھوڑے کو جھنجھوڑ ڈالا ہے کہ وہ زندگی اور دین (قرآن و سنت) جیسی بے بہا نعمتوں کو پا کر ناشکری کرتا ہے اور اپنی اصل کو بھول جاتا ہے کہ حقیقتاً اس کی اصلیت تو پانی کی حقیر بوند ہے۔

اس طرح سورۃ المعارج میں فرمایا:

كَلَّا ۖ اِنَّهَا لَظٰى ٥ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ٥ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ٥ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ٥ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ٥ (۱۸)

''ہرگز نہیں وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے جو کھال ادھیڑ ڈالنے والی ہے وہ ہر اس شخص کو پکارے گی جس نے (دنیا میں اللہ کے حکم سے) پیٹھ پھیری اور روگردانی کی ہوگی اور (مال و دولت) جمع کیا گیا ہوگا اور سنبھال سنبھال کر رکھا ہوگا۔ بلاشبہ انسان پیدا ہی بے صبرا ہوا ہے۔''

مذکورہ بالا آیاتِ مبارکہ واضح کرتی ہیں کہ گروہِ مرد و زن کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں عمل کرنے کے لیے بے لگام نہیں چھوڑا بلکہ ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے جو ان کی حکم الٰہی ہے بے اعتنائی اور بے رخی کے بدلے کے طور پر ان کا دائمی ٹھکانہ ہوگی۔

حدیث مبارکہ ہے:

''والمراۃ راعیۃ علی اھل بیت زوجھا وولدہ وھی مسولۃ عنھم''(۱۹)

''اور عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کی اولاد نگران ہے اس سے ان کے متعلق پوچھا جائے گا۔''

گھر اور اس کے اندر کے فرائض وہ ہیں جن سے عورت کا بچنا کسی طور ممکن نہیں۔ گھریلو امور میں سے ہر ایک میں اس کے لیے اجر رکھا گیا ہے۔ جب کہ گھریلو خرچ چلانے کے لیے دولت کمانے پر اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اگر وہ اضافی ذمہ داری کے طور پر ایسا کرتی ہے تو اس پر بھی اس کے لیے اجر ہے۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا انفقت المراۃ من بیت زوجھا غیر مفسدۃ کان لھا اجر ما انفقت ولزوجھا اجر ما اکتسب.(۲۰)

''جب عورت اپنے شوہر کے گھر سے خرچ کرتی ہے غلط کاموں پر نہیں تو اس کو اس خرچ کا اجر ملتا ہے اور شوہر کو اس کے کمانے کا ثواب ملتا ہے۔''

سورۃ الانفطار میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ٥ (۲۰)

''اے انسان تجھ کو کس چیز نے اپنے رب کریم کے بارے میں دھوکا دیا۔''

کہ تو مال و دولت، جسمانی حسن و جمال اور طاقت اور عزت و شہرت و ناموری اور اقتدار کو پا کر ایسا متکبر ہوا کہ اپنی اصلیت اور اپنے مقابلے میں اپنے رب کے فضل و کرم کو نہ پہچان سکا۔

پھر فرمایا:

الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ ٥ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ٥

''جس نے تجھ کو پیدا کیا پھر (تیرے اعضاء کو) درست کیا پھر (ان میں حکمت کے ساتھ) تناسب رکھا۔ جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دے دیا۔''

اور حقیقت تو یہ ہے کہ عورت اللہ کی حسین ترین تخلیق ہے جس کو مستور یعنی پردے میں رکھا گیا ہے اس کی تخلیق کی نفاست لاجواب ہے مگر وہ اپنے خالق کو پہچاننے کا موقع اور وقت حاصل کرنے سے قاصر رہتی ہے اور یہ نہیں یاد رکھتی کہ یہ چندروزہ زندگی اس کو اپنے رب کو خوش کرنے کے لیے عطا کی گئی ہے نہ کہ سطحی خواہشات کی تکمیل اور دنیاوی رشتوں کی پاسداری میں حکم الٰہی کو نظرانداز کرنے کے لیے۔ اللہ تعالیٰ کی حسین ترین مخلوق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بے خبر ہو یہ خالق کا منشا نہیں ہے۔ خالقِ کائنات نے عورت کو کارآمد اور تعمیر کے کاموں میں برابر کا سرگرم بنایا ہے۔

عورت معاشرے کی مفید اور سرگرم شہری:

قرآن پاک میں ہے:

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ (۲۲)

''اور اگر یہ مومن مرد اور مومن عورتیں (مکہ میں) نہ ہوتیں جن کو تم نہیں جانتے تھے (تو تم کو اس وقت بھی فتح مکہ نصیب ہو سکتی تھی لیکن) یہ احتمال تھا کہ تم ان کو بھی پیس ڈالو گے پھر تم کو ان (مسلمانوں) کے باعث ایسے کام کی بنا پر نقصان پہنچے گا جو تم نے بے خبری میں کیا (تاخیر اس لیے ہوئی کہ جو مسلمان مکہ میں ہیں وہ نکل آئیں اور جو کافر اسلام کی صداقت سے متاثر ہونے والے ہیں وہ مسلمان ہو جائیں) کہ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے۔''

پھر سورۃ النسآ آیت نمبر ۱۲۴ / پچھلی آیت کی روشنی میں پڑھی جائے تو شیاطین یا گمراہ لوگوں کی نگاہ میں عورت کے مقام پست کا پتا چلتا ہے۔

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَ اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۝ (۲۳)

''یہ مشرک اللہ کے سوا پس عورتوں کو ہی پکارتے ہیں (ان کے لات، منات، عزیٰ سب مؤنث ہیں خواہشِ دنیا میں مبتلا ہیں فرشتوں کو بھی عورت ہی سمجھتے ہیں) اور بس سرکش (اور مردود) شیطان ہی کو پکارتے رہتے ہیں (اس کے پجاری بنے ہوئے ہیں اسی کے گرویدہ ہیں)۔''

اس کے برعکس اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورت کو معاشرے میں جو مقام عطا فرمایا ہے وہ ایک متحرک اور سرگرم رکن کا ہے اسی لیے سورۃ النسآ کی آیت مبارکہ نمبر ۱۲۴ / میں فرمایا:

وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا

يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًاO(۲۴)

''اور جو کوئی نیک کام کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو وہ صاحبِ ایمان اور عمل صالح کرنے والے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ذرہ برابر بھی ان کی حق تلفی نہ ہوگی۔''

اگلی آیت مبارکہ میں فرمایا:

وَ مَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًاO وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًاO(۲۵)

''اور اس شخص سے بہتر کس کا دین ہوگا جس نے اپنی ذات کو اللہ کے حوالہ کر دیا (جس نے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا) اور وہ نیک کاموں میں لگا رہا۔ (اخلاص کے ساتھ اللہ کو حاضر ناظر جان کر اسوہ حسنہ کی اتباع میں لگا رہا) اور یکسو ہو کر (ہر تذبذب سے بلند رہ کر) ابراہیم (علیہ السلام) کے دین کی پیروی کرتا رہا (تو وہ ابراہیم علیہ السلام کا دوست بن گیا) اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنا لیا ہے۔''

مذکورہ آیات مرد و عورت کے درجہ ایمانی کو اُجاگر کرتی ہیں جن میں مقاصدِ شریعت کے لحاظ سے عمل کی اساس کو ارادے کی درستگی اور نیت کے اخلاص کے ساتھ ملا کر بیان فرما دیا گیا ہے۔

بقول ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ:

''صفاتِ حسنہ، اعمالِ صالحہ اور دین کے اہم شعبوں کے ذکر کے وقت قرآن مجید صرف مردوں کے ساتھ عورتوں کا ذکر اور یہ اشارہ ہی نہیں کرتا کہ اعمال صالحہ اور صفاتِ کریمہ میں ذکور واناث میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس وہ ایک ایک صفت کو الگ الگ بیان کرتا ہے اور جب مردوں کی صفت کا ذکر کرتا ہے تو اسی صفت سے عورتوں کو بھی موصوف کرتا اور ان کا مستقل ذکر کرتا ہے اگرچہ اس کے لیے طویل پیرایہ بیان ہی کیوں نہ اختیار کرنا پڑے۔''(۲۶)

اسلامی احکامات میں نسوانیت:

شریعت میں جہاں خواتین کو کوئی عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور کسی عمل سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں ان کی نسوانیت کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے اس کی واضح مثال عورت کے احوالِ شخصیہ کے حوالے سے احکام و مسائل کی بحثیں ہیں۔ ان میں نکاح و طلاق، مہر، عدت، رضاعت، نفقہ، ملکیت وغیرہ سے متعلقہ مسائل کی بحثیں شامل ہیں۔(۲۷)

قرآن مجید میں احکامِ حجاب اور دیگر معاشرتی احکام کا مطالعہ بھی اس حوالے سے کیا جا سکتا ہے۔ سورۃ الاحزاب، سورۃ النور اور سورۃ الحجرات وغیرہ میں بیان کردہ احکامات میں خواتین کے حوالے سے پرحکمت بیان موجود ہے اسی طرح قرآنِ مجید میں سورۂ آل عمران میں فرمایا:

وَ لَیۡسَ الذَّکَرُ کَالۡاُنۡثٰی ۚ (۳:۳۶)

اور سورۃ التکویر میں فرمایا:

وَ اِذَا الۡمَوۡءٗدَۃُ سُئِلَتۡ٥ بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ٥ (۲۸)

ان آیات میں عورت کی جداگانہ فضیلت کی جانب متوجہ کیا گیا ہے۔

غرض اسلامی شریعت کی حکمت میں مواخذہ کے لحاظ سے افراد جدا ہیں اور من حیث القوم وہ ایک اکائی بھی ہیں۔ مذکورہ تحریر کا مقصد بھی اس امر کو ہی اجاگر کرنا ہے کہ قرآنِ مجید میں جہاں امتوں کی تباہی کو بیان فرمایا گیا ہے وہاں وجوہات میں سب گروہ اپنی بداعمالیوں کے لحاظ سے شریکِ گناہ ہوتے ہیں۔ اس لیے اصلاح وتربیت میں بھی سب گروہوں کو متحرک کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس میں عورت کی تربیت و اصلاح اور تزکیہ نفس بھی لازمی امر ہے جس کا مقصد شخصیت کی متوازن اور معتدل تشکیل وتعمیر ہوتا ہے اسے اگر محض فلسفے کی بحث شمار کیا جائے تب بھی مقصد حل نہیں ہوتا، اگر معاشرت کی بحث کہا جائے تو بھی ناکافی ہے۔ اور اگر سیاسی ومعاشی بحثوں میں اس کا شمار کیا جائے تب بھی نامکمل مطالعہ ہو گا۔ چنانچہ عورت سے متعلق مسائل اور بحثوں کو مذکورہ کسی ایک علم کی بحث کی روشنی میں پڑھنا ایک محدود امر ہے۔

بقول قاضی قیصرالاسلام:

''۔۔۔فلسفہ نسائیت عورتوں کے سیاسی حقوق اور سماجی مفادات کے تحفظ کے مسائل سے سروکار رکھتا ہے یہ اصطلاح اپنے محدود معنی میں جہاں ایک طرف عورتوں کے سیاسی، آئینی وقانونی حقوق کے تحفظ وحصول کی جانب اشارہ کرتی ہے وہیں دوسری طرف یہ اپنے وسیع تر معنی میں دو متضاد جنسی طبقات کے درمیان موجود معاشرتی تفاوت، عدم مساوات، مردوں کی عورتوں پر بالادستی، عورتوں پر مردوں کے جابرانہ، تحکمانہ اور ہتک آمیز رویے کی نشان دہی بھی کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورتوں کا طبقہ عالمگیر سطح پر مردوں کے خلاف آواز احتجاج بلند کرتا نظر آتا ہے۔'' (۲۹)

مذکورہ عبارت کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آئی کہ معاشرتی عدم تفاوت ہی کو جب بنیادی حیثیت عورت کے حوالے سے دے دی جاتی ہے تو اصل مقصد پس پشت ڈال دیا جاتا ہے جو عورت کا خود اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لیے خود کو تیار کرنا ہے۔ طبقاتی کش مکش میں مصروف ہو کر اگر معاشرے میں مرد کی برابری کرنے کے لیے ہی تعلیم حاصل کرنا مقصد رہ جائے تو بھی اصل مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ اور مسلمان ہونے کی اپنی حیثیت کو فراموش کر کے عورت کا معاشرتی ترقی میں مصروف ہونے کے لیے گھر سے نکل آنا بھی اس کے لیے نقصان دہ ہے۔ علمی، تحقیقی، سائنسی اور فلسفیانہ تمام پہلوؤں سے جائزہ لے کر بھی عورت اپنی اخلاقی اصلاح میں کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ قرآن و حدیث کو اس معاملے میں امام نہ بنالے۔

مراجع وحواشی

(۱) گستاؤلی بان، تمدن ہند، ص۱۹۰، (مترجم: سید علی بلگرامی)، مقبول اکیڈمی، لاہور

(۲) آل عمران ۱۹۵/۳

(۳) ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی، فیوض القرآن (نوٹ: مقالے میں درج آیات کے تراجم اس تفسیری ترجمہ سے لیے گئے ہیں)

(۴) السجدۃ ۳۲/ ۷ تا ۹

(۵) المسلم، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلۃ والادب، باب فضل عیادۃ المریض، رقم الحدیث ۲۵۶۹، موسوعۃ الکتب الستۃ، السعودیۃ، ۲۰۰۰ء

(۶) شبلی نعمانی، سیرۃ النبیؐ، ۴۸۲/۵، ناشران قرآن، لاہور، ۱۳۹۵ھ

(۷) التین ۹۵/ ۵،۴

(۸) قٓ ۵۰/ ۱۶، ۱۷

(۹) مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ۱۴۰/۸، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۸۲ء

(۱۰) حم السجدۃ ۱۵/۱۴

(۱۱) یونس ۱۲/۱۰

(۱۲) اکمل الدین البابرتی، العنایۃ المطبوع علی حاشیۃ فتح القدیر، ۸/۶

(۱۳) یونس ۲۱/۱۰

(۱۴) ابراہیم ۸/۱۴

(۱۵) الاسراء ۱۱/۱۷

(۱۶) الاسراء ۱۰۰/۱۷

(۱۷) عبس ۸۰/ ۱۷، ۱۶

(۱۸) عبس ۱۹/۸۰

(۱۹) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، باب قول اللہ تعالیٰ اطیعوا اللہ، رقم الحدیث ۷۱۳۸، موسوعۃ الکتب الستۃ، السعودیۃ، ۲۰۰۰ء

(۲۰) ایضاً، کتاب الزکوٰۃ، باب امر خادمہ بالصدقۃ ولم یناول بنفسہ، رقم الحدیث ۱۴۲۵

(۲۱) الانفطار ۶/۸۲

(۲۲) الفتح ۲۵/۴۸

(۲۳) النسآء ۱۱۷/۴

(۲۴) النسآء ۱۲۴/۴

(۲۵) النسآء ۱۲۵/۴

(۲۶) ابوالحسن علی ندوی، اسلام میں عورت کا درجہ اور اس کے حقوق وفرائض، ص۸۱، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۹۹ء

(۲۷) علی بن ابوبکر المرغینانی، الھدایۃ شرح بدایۃ المبتدي، ص۲۸۳، داراحیاء التراث العربی، بیروت

(۲۸) التکویر ۸۱/ ۹،۸

(۲۹) قاضی قیصر الاسلام، فلسفے کے جدید نظریات، ص۴۷۵، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۹۸ء